اپنوں کو دشمن نہ بنائیں

حامد میر

1973ء کا آئین کسی کو پسند ہو یا نہ ہو لیکن یہ وہ واحد دستاویز ہے جسے پاکستان کی پہلی منتخب پارلیمنٹ نے اتفاق رائے سے منظور کیا، اس آئین کے تحت پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے، جسے پارلیمانی نظام کے تحت چلنا چاہیے، اس آئین کی خلاف ورزی پر کسی کو سزا ملے یا نہ ملے، لیکن اس دستاویز کو ایک ایسے قومی معاہدے کی حیثیت حاصل ہے جو پاکستان کی جغرافیائی حدود میں شامل تمام علاقوں کے اتحاد کی ضمانت ہے، اس آئین کو نظر انداز کرنا قومی سالمیت کے تقاضوں کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے لیکن افسوس کہ ہم اس آئین کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے، آج ہمارے ملک میں ایسا بہت کچھ ہو رہا ہے جو 1973ء کے آئین کی رو سے نہیں ہونا چاہیے، افسوس کہ ان غیر آئینی کاموں میں چند افراد اور گروہ نہیں بلکہ بعض ریاستی ادارے بھی ملوث ہیں۔ 1973ء کے آئین پر سرسری نگاہ دوڑانے سے احساس ہوتا ہے کہ ہمارے اردگرد بہت سے افراد، گروہ اور سرکاری ادارے ہر وقت غیر آئینی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن آئین کو اہمیت حاصل نہ ہونے کے باعث کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ آئین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

1973ء کے آئین کی دفعہ 31 کے مطابق ریاست پر لازم ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے بنیادی تصورات کے مطابق ڈھالنے کے لئے اقدامات کرے گی تاکہ وہ قرآن وسنت کے مطابق مقاصدِ زندگی کو سمجھ سکیں۔ آئین کی دفعہ 31 کی شق 2 (اے) کے مطابق ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے قرآن حکیم اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دے، عربی زبان کی تدریس کی حوصلہ افزائی کرے اور قرآن کریم کی درست طباعت کو لازمی بنائے۔ شق 2 (بی) کے مطابق ریاست مسلمانوں میں اتحاد اور اسلام کے اخلاقی اصولوں کو فروغ دینے کی بھی پابند ہے۔ شق 2 (سی) کے مطابق ریاست زکوۃ وعشر، اوقاف اور مساجد کے نظام کو تحفظ دینے کی بھی پابند ہے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ 1973ء کے آئین کی دفعہ

31 کی روشنی میں پاکستان کے تمام مسلمانوں کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم اور اسلامیات کو لازمی قرار دینے کے لئے اب تک کتنے اقدامات کئے گئے ہیں اور عربی زبان کی تدریس کے لئے کیا حکمت عملی طے کی گئی ہے، میرا سوال یہ ہے کہ وہ مساجد اور دینی مدارس جہاں قرآن حکیم پڑھایا جاتا ہے، اسلام کی تعلیم دی جاتی ہے اور جہاں عربی زبان سکھائی جاتی ہے، ان مساجد اور مدارس کو حکومت تحفظ فراہم کررہی ہے یا نہیں؟ پچھلے کچھ عرصے میں پاکستان کے مختلف شہروں میں ایسی کئی مساجد کو شہید کیا گیا جو ناجائز طریقے سے تعمیر نہیں کی گئی تھیں، اور ایسے کئی مدارس کے خلاف کارروائی ہوئی جہاں نہ تو فرقہ واریت کی تعلیم دی جاتی تھی اور نہ ہی دہشت گردی کا سبق پڑھایا جاتا تھا۔

ان مساجد کی موجودگی کسی شخص یا چند افراد کو ناگوار گزری اور انہیں گرادیا گیا، پاکستان کے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں 20 جنوری 2007ء کو مسجد امیر حمزہؓ کی شہادت ایک مثال ہے، یہ مسجد قیام پاکستان سے قبل قائم کی گئی، کچھ عرصہ قبل کسی کمزوردل سرکاری افسر کے دماغ میں یہ بات آگئی کہ یہ مسجد ایسے علاقے میں واقع ہے جہاں سے وی وی آئی پی شخصیات گزرتی ہیں اور اس مسجد میں نماز پڑھنے والے ان وی وی آئی پی شخصیات کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں لہٰذا اسلام آباد کے ترقیاتی ادارے سی ڈی اے نے اس مسجد پر بلڈوزر چلادیئے۔ یہ پہلا واقعہ نہیں تھا، اس سے قبل بھی اسلام آباد میں کئی مساجد کو شہید کیا جاچکا تھا، مسجد امیر حمزہؓ کو گرانے کے بعد سی ڈی اے نے اسلام آباد میں طالبات کے مدرسے جامعہ حفصہؓ کا رخ کیا اور اس کی تعمیر کو ناجائز قرار دیا، اس مدرسے میں سات ہزار کے قریب طالبات زیر تعلیم ہیں، جو دینی علوم کے علاوہ جدید علوم بھی حاصل کرتی ہیں، یہ طالبات مسجد امیر حمزہؓ کی شہادت پر پہلے ہی دل گرفتہ تھیں، انہیں اپنا مدرسہ خطرے میں نظر آیا تو انہوں نے احتجاج شروع کردیا اور اپنے مدرسے سے ملحقہ ایک سرکاری لائبریری پر قبضہ کرلیا، لائبریری کو ''یرغمال'' بنانا غیر قانونی تھا لیکن طالبات کا موقف تھا کہ مسجد امیر حمزہؓ کو کس قانون کے تحت شہید کیا گیا اور اگر ان کا مدرسہ ناجائز ہے تو حکومت کو دس سال کے بعد کیوں یاد آیا کہ یہ مدرسہ سرکاری زمین پر تعمیر کیا گیا ہے؟

جامعہ حفصہ کی طالبات کو سمجھانے بجھانے کے لئے کچھ لوگوں نے ان کے ساتھ دھمکی آمیز لہجے میں بات کی، پھر ایک غیر ملکی جریدے نے یہ خبر جاری کردی کہ جنرل پرویز مشرف نے جامعہ حفصہؓ کے استاد اور اس سے متصل لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز اور نائب خطیب عبدالرشید غازی کو گولی ماردینے کا حکم دیا ہے۔ یہ خبر جھوٹی اور بے بنیاد تھی لیکن حکومت کی طرف سے اس کی واضح تردید نہ ہوئی جس کے باعث غلط فہمیوں میں اضافہ ہوگیا، جامعہ حفصہ کی طالبات مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئیں، دیگر مدارس کے طلبہ بھی یہی سمجھے کہ معاملہ چند مساجد اور

مدارس کو ختم کرنے کا نہیں بلکہ کچھ علماء کو ختم کرنے کا ہے اور انہوں نے حکومت کے ساتھ مقابلے کے لئے لال مسجد میں اکٹھا ہونا شروع کردیا، چند جید علماء نے حکومت اور جامعہ حفصہؓ کی طالبات میں بڑھتی ہوئی کشیدگی کے لئے وفاقی وزیر داخلہ آفتاب احمد شیر پاؤ سے مذاکرات کئے جس کے بعد یہ طے پایا کہ مسجد امیر حمزہؓ سمیت اسلام آباد میں شہید کی گئی تمام مساجد کو دوبارہ تعمیر کیا جائے گا، اس سلسلے میں ایک معاہدے پر علماء اور حکومتی نمائندوں نے دستخط کئے لیکن بدقسمتی سے اس معاہدے کی نقل جامعہ حفصہؓ میں نہ پہنچائی گئی، طالبات یہی سمجھتی رہیں کہ معاہدہ زبانی کلامی ہے، انہوں نے معاہدہ مسترد کردیا، معاہدے کے اگلے ہی روز اسلام آباد کے علاقے آئی ایٹ تھری میں حکومت نے ایک اور مسجد ختم کرنے کا نوٹس جاری کردیا، حالانکہ یہاں پر سی ڈی اے کی تحریری منظوری سے نماز ہو رہی تھی، کشیدگی میں بہت زیادہ اضافہ ہونے پر کوہاٹ سے سابق رکن قومی اسمبلی جاوید ابراہیم پراچہ اسلام آباد پہنچے اور انہوں نے تمام فریقوں کا مؤقف سننے کے بعد جامعہ حفصہؓ کی طالبات اور حکومت کے نمائندوں میں براہِ راست مذاکرات کی کوشش شروع کی، امید ہے کہ یہ کوشش کامیاب ہوجائے گی۔ جامعہ حفصہؓ کی طالبات نے ۶ فروری کو جنرل پرویز مشرف کے نام خط میں اپنے استاد مولانا عبدالعزیز کے ہمراہ جانیں قربان کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے، اللہ کرے کہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے پاجائے اور یہ سات ہزار طالبات اپنی حکومت سے لڑنے کی بجائے اپنی تعلیم مکمل کریں، علم کو اپنا ہتھیار بنائیں اور اس ہتھیار کو پاکستان کے خلاف سازشیں کرنے والوں پر اٹھائیں۔

جامعہ حفصہؓ پاکستان میں بلکہ عالم اسلام میں طالبات کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ہے، طالبات کی اس درسگاہ کے لئے مسائل کھڑے کرنے کی بجائے انہیں سہولتیں فراہم کرنے کی ضرورت ہے، آئین کی دفعہ 31 کے مطابق حکومت مساجد کو تحفظ فراہم کرنے اور ایسے تمام مدارس کی حوصلہ افزائی کی پابند ہے جہاں قرآن، اسلام اور عربی کی تعلیم دی جاتی ہے، حکومت ان مدارس کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے انہیں ایسی سہولتیں فراہم کرے کہ یہاں سائنس اور انگریزی کی تعلیم کا بھی اہتمام ہوسکے، ایسی صورت میں یہ مدارس فروغ تعلیم کے لئے حکومت کے بہت بڑے معاون بن سکتے ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ حکومتی ادارے آئین پر عمل کریں، آئین پر عمل کرنے سے حکومت اپنے شہریوں کو پاکستان کا دشمن نہیں بلکہ دوست بنائے گی۔

(بشکریہ: روزنامہ جنگ، کراچی)

☆......☆